خطبہ جمعہ

آج دنیا میں ہر تبدیلی کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔ ہمیں اندرونی تبدیلی کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے اور بیرونی تبدیلی کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے

خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ الله تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۵؍اخاء ۱۳۷۸ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ. وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌلَّكُمْ. وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ. وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾۔(سورۃ البقرہ آیت ۲۷۲)

تم اگر صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی عمدہ بات ہے۔ اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور انہیں حاجتمندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور وہ تمہاری بہت سی برائیاں تم سے دور کر دے گا اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

یہاں لفظ "بہت سی برائیاں" غالباً ترجمہ میں سہو ہے۔ یہ قرآن کریم کا ایک فصاحت و بلاغت کا کمال ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے لفظوں کے اندر بہت سے معنے بیان فرما دیتا ہے۔ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ سَيِّاٰتِكُمْ اگر ہوتا خالی تو ساری برائیاں دور کرنا مراد ہوتی۔ يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ کہ تمہاری کچھ کچھ برائیاں دور کرتا چلا جائے گا۔ مراد ہے تمہارے صدقات کی کیفیت، تمہارے دل کی کیفیت پر خدا کی نظر ہوگی اور وہ اس کے مطابق، حسب حیثیت تمہاری برائیاں دور فرمائے گا اور یہ بالکل درست ہے۔ یہی عام تجربہ ہے کہ جب ہم صدقات وغیرہ دیتے ہیں تو ساری برائیاں اچانک تو دور نہیں ہو جایا کرتیں، برائیاں دور ہونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پس قرآن کریم کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ یہ عظیم الشان خدا کا کلام ہے اور وہی اتنا عظیم الشان فصاحت و بلاغت سے پُر کلام فرما سکتا ہے۔

یہ دراصل گزشتہ خطبے کا ایک تسلسل ہی ہے۔ دعا پہ بات ہو رہی تھی اور دعا ہی سب سے زیادہ اہم ہے۔ آج دنیا میں ہر تبدیلی کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔ ہمیں اندرونی تبدیلی کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے اور بیرونی تبدیلی کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے۔ اس لئے اب میں نے اس میں کچھ اضافہ کر کے چند حدیثیں اور اختیار کر لی ہیں اور کچھ اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بھی چن لئے ہیں۔ اب میں اس مضمون کو آج اس خطبہ میں ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ قابل عزت اور کوئی چیز نہیں۔ (ترمذی ابواب الدعوات۔ باب ما جاء فی فضل الدعاء)

'اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ قابل عزت'۔ اب خدا تعالیٰ تو کسی کی عزت نہیں کرتا مگر یہ ایک عجیب شان ہے بیان کی کہ اس شخص کو عزت دیتا ہے جو دعا کرتا ہے۔ پس خدا کا عزت کرنا یہ ہے۔ جب خدا عزت کرے کسی چیز کی یعنی عزت چاہے تو فرشتے، زمین آسمان سب اس کی عزت بڑھانے پر مصروف ہو جاتے ہیں۔ تو کلام الٰہی اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو سمجھنے کے لئے ذرا باریکیوں میں اترنا چاہئے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"اے لوگو! جنت کے باغوں میں چرو"۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟۔ آپؐ نے فرمایا "ذکر کی مجالس"۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مقام کا علم ہو تو وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کا اُس کے نزدیک کیا مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ویسا ہی مقام عطا کرتا ہے جیسا بندہ اپنے نزدیک اللہ کو دیتا ہے۔ (رسالہ قشیریۃ۔امام شافعی۔ باب الذکر صفحہ ۱۱۱)۔ اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ۔

تو دراصل انسان کو جو کچھ بھی چاہئے اپنے دل پر نظر ڈال کر یہ پہچاننا ضروری ہے کہ اس کے نزدیک خدا کی حیثیت کیا ہے۔ بعض لوگ تو خدا کو اس طرح بلاتے ہیں جیسے نوکر کو بلایا، ضرورت پوری کی اور پھر دُور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی دھوکہ نہیں ہو سکتا۔ اپنے نفسوں کو وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذکر کی مجالس قائم کرو۔ اب جس کو اللہ سے محبت ہوگی وہ اللہ کی باتیں کرے گا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ دنیا میں اکثر لوگ جب بیٹھتے ہیں تو ارد گرد کی گپیں مارتے ہیں کوئی دنیا کی باتیں، کوئی فسادات کی باتیں سب کچھ ہوتا ہے لیکن یہ ایک طبعی کمزوری بھی ہے۔ مثلاً آج کل پاکستان میں جو حالات گزر رہے ہیں ان پر تبصرہ ہونا ضروری ہے مگر اس کے ساتھ اللہ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اب ہر بات کی تان اسی پر ٹوٹنی چاہئے کہ نظر تو کچھ اور آ رہا ہے مگر ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔ تو یہ بھی ساری مجلس ہی اس فقرے سے ذکر کی مجلس بن جاتی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے ربّ کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے ربّ کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔ مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اُس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا، زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔ (بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر الله تعالیٰ ، مسلم کتاب الصلوٰة باب استحباب صلاة النافلة فی بیته وجواز ها فی المسجد)۔ پہلے شخص کا ذکر کیا تھا اب گھر کا ذکر کیا ہے کہ بعض گھر بھی ذکر الٰہی سے خالی ہوتے ہیں۔ وہ مُردہ گھر ہیں ان کی ظاہری موت جس صورت میں بھی آئے خدا کے نزدیک وہ بہرحال پہلے سے ہی مُردہ ہیں۔

ترمذی کتاب الدعوات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہمارا ربّ ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے۔ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو مَیں اس کو بخش دوں۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

اب یہ مضمون خیال نہیں جاتا انسان کو، کیونکہ لگتا ہے واقعةً خدا تعالیٰ اوپر سے نیچے اترا ہے۔ خدا تعالیٰ تو اوپر بھی ہے، نیچے بھی ہے، ہر سمت میں ہے۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ جس طرف چاہو رخ کرو۔ اللہ کی وجہ، اللہ کی رضا، اللہ کی شان کو تم اپنے سامنے پاؤ گے۔ اس لئے سنتے ہوئے چونکہ انسان اپنے اوپر قیاس کرتا ہے اس لئے واقعی یوں لگتا ہے جیسے اوپر سے اتر آیا ہے۔ اترنے سے مراد یہ

ہے کہ اس کے دل کے قریب ہو گیا ہے۔ یہاں رُوحانی طور پر نزول ہے جو دل پر ہوا کرتا ہے۔ پس اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ جب اس کے دل پر خدا اتر آتا ہے تو کہتا ہے کہ مانگ مجھ سے جو مانگتا ہے، اپنی خواہش بتا جو چاہتا ہے میں ہی ہوں جو تجھے بخش سکتا ہے۔ پس مجھ سے ہی بخشش طلب کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ سورہ الفلق اور سورہ الناس پڑھ کر پھونکتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ اپنی اس بیماری میں بیمار ہوئے جس میں آپؐ کا وصال ہوا تو میں آنحضرتؐ پر ان دو سورتوں کو پڑھ کر آپؐ پر پھونکتی، اب اگلی بات دیکھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فراست۔ سچی حدیثوں میں فراست ضرور چھپی ہوئی ہوتی ہے اور روایت سے بڑھ کر اس کی درایت بیان کرتی ہے کہ حدیث سچی ہے۔ 'اور آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر آپ کے جسم پر پھیرتی کیونکہ وہ میرے ہاتھوں سے بہت زیادہ برکت والے تھے'۔(مسلم کتاب السلام باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفث)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ پھیرو بیمار کے جسم پر۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں پڑھتی تو وہی تھی مگر حضور کے اپنے ہاتھ آپؐ کے جسم پر پھیرتی تھی کیونکہ ان میں بہت زیادہ برکت تھی۔

ترمذی کتاب الدعوات و مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمرہ کے لئے مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اجازت چاہی۔ آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا۔ میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔ (ترمذی کتاب الدعوات۔ مسند احمد صفحہ ۲۹)۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی انکساری کی انتہاء ہے۔ جس کی دعاؤں سے ساری دنیا کا نظام جاری ہے وہ حضرت عمرؓ کو کہتا ہے کہ میرے بھائی مجھے دعاؤں میں نہ بھولنا۔ اور ضمناً اس میں حضرت عمرؓ کی بزرگی کا بیان بھی ہو گیا کہ خدا ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ پس یہ اشارتاً بہت سی باتیں ہوتی ہیں اصل تو رسول اللہ ﷺ کی انکساری ہی ہے۔ مگر مراد یہ بھی تھی کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تیری دعاؤں کو سنے گا اور اس وجہ سے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس کی اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے میں مجھے ساری دنیا مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔

بخاری کتاب الزکوۃ۔ زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا مجھے سعد بن مسیب نے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو آنحضرت ﷺ سے یہ روایت کرتے ہوئے سنا کہ حضورؐ نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی ہونے کی حالت میں کیا جائے اور اس شخص سے (ابتداء) کرو جس کی کفالت تمہارے ذمہ ہے۔(صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ)۔

اس میں بہت بڑی نصیحت ہے۔ جس کی کفالت ذمے ہوا کرتی ہے اس کی دیکھ بھال اور اس پر خرچ کرنا خدا کے نزدیک صدقہ ہی ہے۔ پس بہت سے لوگ بعض یتیموں کو کفالت میں لے لیتے ہیں، بعض مریضوں کو کفالت میں لے لیتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت معزز کام ہے اور جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں وہ ان کی بلائیں رد کرنے کے لئے بہت ہوتا ہے۔ پس جب بھی کوئی خرچ کرے اپنے یتیم جو زیر کفالت ہو اس سے شروع کرے اور پھر جو دوسروں کے زیر کفالت ہیں پھر ان کی طرف متوجہ ہو۔

سنن ابن ماجہ کتاب الزہد، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔ اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور نماز مومن کا نور ہے اور روزے آگ کے خلاف ڈھال ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کہ تُو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تُو تندرست ہو (اور مال کی) حرص رکھتا ہو، غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو'۔ اب سوال یہ ہے کہ تندرست ہو تو صدقہ سمجھ میں آ گیا اس وقت صدقہ کرنا چاہئے مگر حرص رکھتا ہو سے کیا مراد ہے۔ ایک انسان تندرست بھی ہوتا ہے صرف صحت نہیں چاہتا بلکہ مال بھی چاہتا ہے اور دنیاوی اموال اور دولت اور اچھی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو فرمایا حرص رکھتا ہو اپنے مال کی اور بہتر زندگی کی، خوشحال زندگی کی غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ (صدقہ دینے میں) اتنی دیر نہ کرو کہ جان حلق تک پہنچ جائے تو تُو کہے کہ فلاں کو اتنا دیدو اور فلاں کو اتنا۔ حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا، وہ تو فلاں کا ہو ہی چکا۔(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح)۔ مرنے کے بعد اب جس کو مرضی ملے کیا فرق پڑتا ہے۔

مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہارے جسم کے ہر حصہ پر صدقہ ہوتا ہے۔ ہر تسبیح صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، لآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کہنا صدقہ ہے، تکبیر کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

اب اس میں غریبوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ جو ضرورت پڑنے پر صدقہ دے نہیں سکتے، توفیق ہی نہیں ہوتی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہر نیکی کی بات جو غریب سے غریب انسان کر سکتا ہے بلکہ وہ زیادہ کرتا ہے اس کو صدقہ قرار دے دیا۔ ہر تسبیح صدقہ ہے ، اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہنا صدقہ ہے، لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا صدقہ ہے، تکبیر کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے ، برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

تمہارے جسم کے ہر حصے پر صدقہ ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک خاص اہمیت والی نصیحت ہے کہ انسان کے جسم کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی اگر بیکار ہو جائے اور کام چھوڑ دے تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ گردے کو دیکھ لو گردہ جب کام چھوڑ دے تو سارا جسم بیکار اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ چھوٹی سی بیماری کے ساتھ بھی انسان کو اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ سارے جسم کو ایک عذاب لگ جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو دعائیں بتائی ہیں وہ غریب سے غریب آدمی بلکہ عام طور پر غرباء زیادہ کرتے ہیں اور صدقے کا ایک نیا مفہوم سمجھا دیا ہمیں کہ یہ اچھی باتیں کرنا بھی صدقہ اور بری باتوں سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو بیان کر دیا جائے کہ قانون قدرت میں ہمیشہ دعا کا تعلق ہے آج کل کے نیچری طبع کے لوگ جو علوم حقہ سے محض بے خبر اور ناواقف ہیں اور ان کی ساری تگ ودو کا نتیجہ یورپ کے طرز معاشرت کی نقل اتارنا ہے"۔ خاص طور پر جو احمدی اس وقت

یورپ میں بستے ہیں ان کے لئے ایک نصیحت ہے۔ "دعا کو ایک بدعت سمجھتے ہیں"۔ الحمدللہ کہ احمدی تو بالکل نہیں سمجھتے مگر اکثر یورپ میں بسنے والے بدعت ہی سمجھتے ہیں۔ "اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے تعلق میں کچھ بحث کی جائے"۔

"دیکھو ایک بچہ بھوک سے بیتاب و بے قرار ہو کر دودھ کے لئے چلاتا ہے اور چیختا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مار کر آجاتا ہے حالانکہ بچہ تو دعا کا نام بھی نہیں جانتا۔ لیکن یہ کیا سبب ہے کہ اس کی چیخیں دودھ کو جذب کر لیتی ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ عموماً ہر ایک صاحب کو اس کا تجربہ ہے۔ بعض اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنی چھاتیوں میں دودھ محسوس بھی نہیں کرتی ہیں اور بسا اوقات ہوتا بھی نہیں ہے لیکن جونہی بچہ کی دردناک چیخ کان میں پہنچتی ہے فوراً دودھ اتر آتا ہے۔ جیسے بچہ کی ان چیخوں کو دودھ کے جذب اور کشش کے ساتھ ایک علاقہ ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاہٹ ایسی ہی اضطراری ہو تو وہ اس کے فضل اور رحمت کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ کر لاتی ہے۔ اور میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیت دعا کی صورت میں آتا ہے میں نے اپنی طرف کھنچتے ہوئے محسوس کیا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ ہاں آج کل کے زمانے کے تاریک دماغ فلاسفر اس کو محسوس نہ کر سکیں یا نہ دیکھ سکیں تو یہ صداقت دنیا سے اٹھ نہیں سکتی اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ میں قبولیتِ دعا کا نمونہ دکھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں"۔

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۱۲۸،۱۲۷)

پھر فرماتے ہیں "جس طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں میں"۔ (اس موقعہ پر حضور نے پاس پڑے ہوئے کپ سے کچھ گرم پانی پیا اور فرمایا: تھوڑا تھوڑا میں نے پانی پینا شروع کر دیا ہے۔ لوگ بڑا خوش ہوتے ہیں اس پر دیکھ کے اور مجھے خط لکھتے ہیں کہ شکر ہے آپ نے پانی پینا شروع کر دیا ہے)۔ "خدا تعالیٰ کی کتابوں میں نیک انسان اور بد انسان میں فرق کیا گیا ہے اور ان کے جدا جدا مقام ٹھہرائے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ان دو انسانوں میں بھی فرق ہے جن میں سے ایک خدا تعالیٰ کو چشمۂ فیض سمجھ کر بذریعہ حالی اور قالی دعاؤں کے اس سے قوت اور امداد مانگتا ہے اور دوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کر کے دعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور متکبرانہ حالت میں رہتا ہے۔ جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دعا کرتا ہے اور اس سے حل مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچاوے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی ترقی اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے"۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۶،۲۳۷ مطبوعہ لندن)

"ہر ایک دعا گو ہماری دنیوی مشکل کشائی کے لئے ہو" (دعا گو مراد نہیں ہے دعاء کے بعد ہمزہ ہے، یوں پڑھنا چاہئے) "ہر ایک دعاء، گو ہماری دنیوی مشکل کشائی کے لئے ہو مگر ہماری ایمانی حالت اور عرفانی مرتبت پر گزر کر آتی ہے"۔ اب یہ قابلِ غور کلام ہے "ہماری ایمانی حالت اور عرفانی مرتبت پر گزر کر آتی ہے" یعنی اس سے وہ فیض پاتی ہے۔ جتنی زیادہ ایمانی مرتبت ہو اتنا ہی دعا کا فیض بڑھ جاتا ہے اور زیادہ مقبول بن جاتی ہے۔ "یعنی اول ہمیں ایمان اور عرفان میں ترقی بخشتی ہے اور ایک پاک سکینت اور انشراحِ صدر اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ہمیں عطا کر کے پھر ہماری دنیوی مکروہات پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور جس پہلو سے مناسب ہے اس پہلو سے ہمارے غم دور کر دیتی ہے۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ دعا اسی حالت میں دعا کہلا سکتی ہے کہ جب درحقیقت اس میں ایک قوتِ کشش ہو اور واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نور اترے جو ہماری گھبراہٹ کو دور کرے اور ہمیں انشراحِ صدر بخشے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔ ہاں حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور پر نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے۔ ایک یہ کہ اس بلاء کو دور کر دیتا ہے جس کے نیچے ہم دب کر مرنے کو تیار ہیں۔ دوسرے یہ کہ بلاء کی برداشت کے لئے ہمیں فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے"۔

یہ دوسرا پہلو بھی بہت قابل غور ہے۔ دعا کے نتیجے میں بعض دفعہ ایک تکلیف دور نہیں ہو رہی ہوتی مگر غیر معمولی صبر عطا ہوتا ہے، غیر معمولی ہمت خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جس کو خدا کی خاطر مسکراتے ہوئے برداشت کر جاتا ہے۔ "انشراح صدر عنایت فرماتا ہے۔ پس ان دونوں طریقوں سے ثابت ہے کہ دعا سے ضرور نصرتِ الٰہی نازل ہوتی ہے"۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۰۔۲۴۳)

پھر فرمایا "بیمار کو چاہئے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو۔ انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں، کچھ حقوق العباد کے متعلق ہوتے ہیں۔ ہر دو قسم کی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہئے۔ اور دنیا میں جس شخص کو نقصان بے جا پہنچایا ہو اس کو راضی کرنا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں سچی توبہ کرنی چاہئے۔ توبہ سے یہ مطلب نہیں کہ انسان جنتر منتر کی طرح کچھ الفاظ منہ سے بولتا رہے بلکہ سچے دل سے اقرار ہونا چاہئے کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا اور اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تو خدا تعالیٰ الغفور الرحیم ہے، وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ ستار ہے بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں کہ مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرو، ہاں خدا تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے"۔

(ملفوظات جلد پنجم، جدید ایڈیشن، صفحہ ۵۹،۶۰)

اس ضمن میں مَیں ایک اور نصیحت کر دیتا ہوں۔ بہت سے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت دعائیں کر رہے ہیں۔ میرے لئے بھی اور اپنی اولاد کے لئے، سب کے لئے مگر بھول جاتے ہیں کہ سنت کو چھوڑ کر کوئی دعا نہیں ہوا کرتی۔ ایک لڑکی نے لکھا کہ میں نے رات دو ہزار نفل مانے ہوئے ہیں۔ وہ دو ہزار نفل کی جو ٹکریں ہیں اس میں کیا کوئی کچھ پڑھ سکتا ہے۔ اس کو میں نے جواب میں لکھا کہ خدا کا خوف کرو، سنت پر عمل کرو۔ رسول اللہ ﷺ سے جتنی رکعتیں ثابت ہیں اتنی پڑھو، اطمینان سے پڑھو۔ ان میں سجدے میں، کھڑے ہو کر، رکوع میں، ہر حالت میں دعا کرو تو یہی تمہاری دعا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ اب انشاءاللہ اس بچی کو سمجھ آجائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"دیکھو پچھلے دنوں مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا۔ اس کو اس قدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہو جاتا تھا اور بدن کی بوٹیاں توڑتا تھا"۔ میں نے خود بھی دیکھا ہے بعض دفعہ خسرہ میں بہت ہی زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور اگر بڑے کو خسرہ نکلے تو بہت سخت عذاب ہوتا ہے۔ "جب کسی بات سے فائدہ نہ ہوا تو میں نے سوچا اب دعا کرنی چاہئے۔ میں نے دعا کی اور دعا سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چھوٹے چوہوں جیسے جانور مبارک احمد کو کاٹ رہے ہیں۔ ایک شخص نے کہا ان کو چادریں باندھکر باہر پھینک دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب میں نے بیداری میں دیکھا تو مبارک احمد کو بالکل آرام ہو گیا تھا۔ اس طرح دستِ شفا جو مشہور ہوتے ہیں اس میں کیا ہوتا ہے وہی خدا تعالیٰ کا فضل اَور کچھ نہیں"۔

(ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ ۱۸۱،۱۸۲)

اب بعض لوگوں کے متعلق کہتے ہیں ناں کہ دستِ شفا ہے۔ دراصل وہ دعا ہی ہوتی ہے ورنہ کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ اگر دعا ساتھ نہ ہو اور مقبول دعا ساتھ نہ ہو اور جب حکم الٰہی آجائے تو دعا نہ بھی ہو تو شفا ہو جاتی ہے۔

ملفوظات میں ہے "ایک لڑکے کو طاعون شدید ہو گئی تھی۔ حضرت نے اس کے واسطے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو صحت دی۔ اس کا ذکر تھا۔ مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا کہ میں ہمیشہ غور کرتا رہا ہوں کہ جس شخص کو طاعون کے ساتھ خون شروع ہو جاوے وہ کبھی نہیں بچتا۔ صرف یہی ایک لڑکا دیکھا ہے جو باوجود خون آنے کے پھر بچ گیا۔ اب یہی مولوی محمد علی صاحب تھے جن کو طاعون کا خوف تھا، خون بھی جاری تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھانا چاہا تھا کہ دعا ہو تو خون والے بھی بچ جایا کرتے ہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف دعا کا نتیجہ ہے۔ اس کا بچنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عبدالکریم کا بچنا تھا جس کے واسطے کسولی سے تار آیا تھا کہ اب اس میں دیوانگی کے آثار نمودار ہونے پر کوئی علاج نہیں ہو سکتا لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے حق میں ہماری دعا کو قبول کیا اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ کبھی کوئی اس طرح بچتا دیکھا سنا نہیں گیا"۔ (ملفوظات جلد پنجم؛ جدید ایڈیشن، صفحہ ۲۰۷)

اس عبدالکریم کی اولاد اب حیدر آباد میں زندہ موجود ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی قبولیت کا ایک نشان بنی رہے گی۔

اب اس اقتباس میں بھی ایک بڑی معرفت کی بات ہے جو غور کرنے کے لائق ہے۔ "ایک دفعہ ایک آریہ ملاوامل نام مرض دق میں مبتلا ہو گیا اور آثار نومیدی ظاہر ہوتے جاتے تھے اور اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک زہریلا سانپ اس کو کاٹ گیا۔ وہ ایک دن اپنی زندگی سے نومید ہو کر میرے پاس آیا، آکر رویا۔ میں نے اس کے حق میں دعا کی تو جواب آیا قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْداً وَّ سَلَاماً"۔ یہاں آ کے الہام رک جاتا ہے عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ نہیں۔ اس کو ابراہیم سے کیا نسبت تھی۔ خدا تعالیٰ کے کلام کی یہ بھی ایک عجیب شان ہے کہ جہاں رکتا ہے وہاں کوئی حکمت ہوتی ہے ورنہ یہ الہام تو حضرت

ابراہیم سے ہوا تھا۔ اب ملاوامل کہاں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں۔ مگر خدا تعالیٰ نے یہاں آ کے بات روک دی مگر تھی آگ اس لئے آگ کو ٹھنڈا کرنا مراد تھا فرمایا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا۔ بس۔ ”یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ سرد اور سلامتی ہو جا۔ چنانچہ بعد اس کے وہ ایک ہفتے میں اچھا ہو گیا تو اب تک وہ زندہ موجود ہے“۔ یہ حقیقۃ الوحی سے لیا گیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۷۷)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ایک بیماری کا ذکر فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں:

”۵ر اگست ۱۹۰۶ء۔ ایک دفعہ نصف حصہ اسفل بدن کا میرا بے حس ہو گیا اور ایک قدم چلنے کی طاقت نہ رہی اور چونکہ میں نے یونانی طبابت کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں تھی اس لئے مجھے خیال گزرا کہ یہ فالج کی علامات ہیں۔ ساتھ ہی سخت درد تھی، دل میں گھبراہٹ تھی کہ کروٹ بدلنا بھی مشکل تھا۔ ”رات کو جب میں بہت تکلیف میں تھا تو مجھے شماتتِ اعداء کا خیال آیا“ کہ دشمن ہنسے گا دیکھو جی اس کو فالج ہو گیا۔ ”رات کو جب میں بہت تکلیف میں تھا تو مجھے شماتتِ اعداء کا خیال آیا مگر محض دین کی وجہ سے نہ کسی اور امر کے لئے۔ تب میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ موت تو ایک امر ضروری ہے مگر تُو جانتا ہے کہ ایسی موت اور بے وقت موت میں شماتتِ اعداء ہے تب مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ الہام ہوا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْزِی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی خدا ہر چیز پر قادر ہے اور خدا مومنوں کو رُسوا نہیں کرتا۔ پس اسی خدائے کریم کی مجھے قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جو اس وقت بھی دیکھ رہا ہے کہ میں اس پر افتراء کرتا ہوں یا سچ بولتا ہوں کہ اس الہام کے ساتھ ہی شاید آدھ گھنٹہ تک مجھے نیند آ گئی اور پھر یکدفعہ جب آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ مرض کا نام و نشان نہیں رہا۔ تمام لوگ سوئے ہوئے تھے اور میں اٹھا اور امتحان کے لئے چلنا شروع کیا تو ثابت ہوا کہ میں بالکل تندرست ہوں۔ تب مجھے اپنے قادر خدا کی قدرت عظیم کو دیکھ کر رونا آیا کہ کیسا قادر ہمارا خدا ہے اور ہم کیسے خوش نصیب ہیں کہ اس کی کلام قرآن شریف پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی پیروی کی اور کیا بد نصیب وہ لوگ ہیں جو اس ذوالعجائب خدا پر ایمان نہیں لائے“۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۴۵۔۲۴۶)

پھر فرماتے ہیں: ”سچ تو یہ ہے کہ اگر دعا نہ ہوتی تو اہل اللہ مر ہی جاتے۔ جو لوگ دعا کے منافع سے محروم ہیں ان کو دھوکہ ہی لگا ہوا ہے کہ وہ دعا کی تقسیم سے ناواقف ہیں۔ میرا جب سب سے پہلا لڑکا فوت ہوا تو اس کو ایک سخت غشی کی حالت تھی۔ گھر میں اس کی والدہ نے جب دیکھا کہ حالت نازک ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو امید نہیں کہ اب جانبر ہو میں اپنی نماز کیوں ضائع کروں۔ چنانچہ وہ نماز میں مصروف ہو گئے اور جب نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا تو اس وقت چونکہ انتقال ہو چکا تھا میں نے کہا کہ لڑکا مر گیا ہے۔ انہوں نے پورے صبر اور رضا کے ساتھ اناللہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ خدا جس امر میں نامراد کرتا ہے اس نامرادی پر صبر کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی صبر کا نتیجہ ہے کہ خدا نے ایک کی بجائے چار لڑکے عطا فرمائے“۔ (ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن، صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)

”یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے بلکہ استجابتِ دعا کی مانند اور کوئی بھی نشان نہیں۔ کیونکہ استجابت دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جنابِ الٰہی میں قدر اور عزت ہے۔ اگرچہ دعا کا قبول ہو جانا ہر جگہ لازمی امر نہیں۔ کبھی کبھی خدائے عزوجل اپنی مرضی بھی اختیار کرتا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مقبولینِ حضرتِ عزّت کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے اُن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کوئی استجابت دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہزارہا میری دعائیں قبول ہوئی ہیں اگر میں سب کو لکھوں تو ایک بڑی کتاب ہو جائے اور کسی قدر میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اس جگہ بھی چند دعاؤں کا قبول ہونا تحریر کرتا ہوں۔ چنانچہ منجملہ ان کے استجابت دعا کا ایک یہ نشان ہے کہ ایک میرے مخلص سید ناصر شاہ نام جو اب کشمیر بارہ مولا میں اوورسیئر ہیں۔ وہ اپنے افسروں کے ماتحت نہایت تنگ تھے اور ان کی ترقی کے حارج تھے بلکہ ان کی ملازمت خطرہ میں تھی، ایک دفعہ انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں استعفیٰ دیتا ہوں“۔

”اپنے افسروں کے ماتحت نہایت تنگ تھے اور ان کی ترقی کے حارج تھے“۔ اس میں اشارہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ دیانتدار تھے اور کرپٹ (Currupt) افسروں کو جب تک پیسہ نہ ملے وہ اس کو اپنا حارج سمجھتے ہیں تو یہ ایک ضمنی بات ہے اس میں، میں نے ذکر کر دیا ہے ورنہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ ان کی ترقی کے حارج کیوں تھے۔ ”بلکہ ان کی ملازمت خطرہ میں تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں استعفیٰ دیتا ہوں تا اس ہر روز کی تکلیف سے نجات پاؤں۔ میں نے ان کو منع کیا مگر وہ اس قدر ملازمت سے عاجز آ گئے تھے کہ انہوں نے بار بار نہایت عجز و انکسار سے عرض کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میری جان ایک بلا میں گرفتار ہے اور حد سے زیادہ اصرار کیا اور کہا کہ میرے لئے ترقیٔ عہدہ کی راہ بند ہے بلکہ ایسا نہ ہو کہ کسی ظالم کے ہاتھ سے فوق الطاقت مجھے ضرر پہنچ جائے۔ تب میں نے ان کو کہا کہ کچھ دن صبر کرو میں تمہارے لئے دعا کروں گا اور اگر پھر بھی مشکلات پیش آئیں تو پھر اختیار ہے۔ بعد اس کے جب میں نے جناب الٰہی میں ان کے لئے دعا کی اور حضرتِ عزّت سے ان کی کامیابی چاہی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے اس کے کہ پہلی ملازمت بھی خطرہ میں تھی غیر مترقب طور پر ترقی ہو گئی“۔ یعنی توقع کے خلاف ان کی ترقی ہو گئی۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵)۔

پھر فرماتے ہیں ”مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلّاہٹ ایسی اضطراری ہو تو وہ اس کے فضل اور رحمت کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے۔ اور مَیں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیتِ دعا کی صورت میں آتا ہے مَیں نے اپنی طرف کھنچتے ہوئے محسوس کیا ہے بلکہ مَیں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ ہاں آجکل کے زمانہ کے تاریک دماغ فلاسفر اس کو محسوس نہ کر سکیں یا نہ دیکھ سکیں تو یہ صداقت دنیا سے اُٹھ نہیں سکتی اور خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ مَیں قبولیتِ دعا کا نمونہ دکھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۹۰)

پھر فرماتے ہیں: ”صدقہ اور خیرات سے بلا دور ہو جاتی ہے۔ اگر صدقہ سے عذاب میں تاخیر نہیں ہو جاتی تو پھر سارے پیغمبر نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ یونس اور اس کی قوم کا قصہ پڑھو۔ آتھم تو آخر مر ہی گیا تھا مگر یونس کی قوم توبہ کرنے سے بالکل بچ گئی۔ اگر وہ باوجود اس قدر گریہ وزاری اور خاموشی کے مر جاتا تو پھر اس میں اور لیکھرام میں کیا فرق ہوتا“۔ (ملفوظات جلد چہارم جدید ایڈیشن صفحہ ۲۷۴)۔ یہ سمجھ نہیں آئی ایک فقرہ ”یونس کی قوم توبہ کرنے سے بالکل بچ گئی۔ اگر وہ باوجود اس قدر گریہ وزاری اور خاموشی کے مر جاتا تو پھر اس میں اور لیکھرام میں کیا فرق ہوتا“۔ یہاں قوم مر جاتی یا لیکھرام مراد ہے۔ غالباً اشارہ اس طرف ہے کہ خدا کا رسول تھا جو گریہ وزاری کی وجہ سے بچ گیا۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو شدید گریہ وزاری کا ذکر آتا ہے تو مراد یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہوتی تو نہ بچ سکتا۔ ایک موقعہ پر آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ لیکھرام بھی مرتے ہوئے گریہ وزاری کرتا تو میری دعا سے بچ سکتا تھا۔

”جو کہتے ہیں کہ ہم پر کوئی ابتلا نہیں آیا وہ بد قسمت ہیں۔ وہ ناز و نعمت میں رہ کر بہائم کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی زبان ہے مگر وہ حق بول نہیں سکتی۔ خدا کی حمد و ثنا اس پر جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف فسق و فجور کی باتیں کرنے کے لئے اور مزہ چکھنے کے واسطے ہے۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ قدرت کا نظارہ نہیں دیکھ سکتیں بلکہ وہ بدکاری کے لئے ہیں۔ پھر ان کو خوشی اور راحت کہاں میسر آتی ہے۔ یہ مت سمجھو کہ جس کو ہم و غم پہنچتا ہے وہ بد قسمت ہے۔ نہیں۔ خدا اس کو پیار کرتا ہے۔ جیسے مرہم لگانے سے پہلے چیرنا اور جراحی کا عمل ضروری ہے۔ غرض یہ انسانی فطرت میں ایک امر واقع شدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے، اس میں کیا کیا بلائیں اور حوادث آتے ہیں۔ ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں ہی سے پہچانا جاتا ہے“۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۴۷)

پھر فرمایا: ”قرآن شریف کا منشا یہ ہے کہ جب عذاب سر پر آ پڑے پھر توبہ عذاب سے نہیں چھڑا سکتی۔ اس لئے اس سے پیشتر کہ عذابِ الٰہی آ کر توبہ کا دروازہ بند کر دے توبہ کرو۔ جبکہ دنیا کے قانون کا اس قدر ڈر پیدا ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قانون سے نہ ڈریں۔ جب بلا سر پر آ پڑے تو اس کا مزہ چکھنا ہی پڑتا ہے۔ چاہئے کہ ہر شخص تہجد میں اٹھنے کی کوشش کرے اور پانچ وقت کی نمازوں میں بھی قنوت ملا دیں۔ ہر ایک خدا کو ناراض کرنے والی بات سے توبہ کریں۔ توبہ سے مراد یہ ہے کہ ان تمام بدکاریوں اور خدا کی نارضامندی کے باعثوں کو چھوڑ کر ایک سچی تبدیلی کریں اور آگے قدم رکھیں اور تقویٰ اختیار کریں اس میں بھی خدا کا رحم ہوتا ہے۔ عادات انسانی کو شائستہ کریں

،غضب نہ ہو، تواضع اور انکساری اس کی جگہ لے لے۔ اخلاق کی درستی کے ساتھ اپنے مقدور کے موافق صدقات کا دینا بھی اختیار کرو۔ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا یعنی خدا کی رضا کے لئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاص اللہ کی رضا کے لئے ہم دیتے ہیں اور اس دن سے بھی ہم ڈرتے ہیں جو نہایت ہی ہولناک ہے۔ قصہ مختصر دعا سے، توبہ سے کام لو اور صدقات دیتے رہو تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ساتھ تم سے معاملہ کرے"۔(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۳۵،۱۳۴)(چند منٹ کے اندر کوشش کرتا ہوں ختم کرنے کی - پچھلے جمعہ پر بچ گئے تھے یہ اقتباسات اور اب پھر کافی ہو گئے ہیں مگر کوئی حرج نہیں اگر ایک دو منٹ نماز میں دیر بھی ہو گئی تو)۔

"وہ دعا جو معرفت کے بعد اور خدا کے فضل سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے، وہ گداز کرنے والی آگ ہے، وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے، وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ ایک تُند سَیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں، تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جبکہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی ہے اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے"۔

اب یہ پاک تبدیلی ہی ہے شرط اصل میں جتنی سچی بھی دعا ہو گی اتنی ہی پاک تبدیلی انسان میں پیدا کرے گی۔ "پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں"۔ اب ساتھ ہی یہ فرما دیا خدا کی صفات تبدیل نہیں ہوتیں۔ "مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلّی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے تب اس خاص تجلّی کی شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ حضرتِ احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسی کی ظِلّ وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھائی ہے"۔(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۲،۲۲۴)۔

ان اقتباسات میں سے آخری اقتباس یہ ہے۔ "اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دعائیں سن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستبازوں اور موحّد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین۔

اے میرے قادر خدا مجھے یہ تبدیلی دنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر"۔(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴)۔ یہاں 'جو' سے مراد صرف اتنی ہے کہ بوجہ اس کے کہ ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ "اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین"۔ ☆......☆......☆

بقیہ: لقاء مع العرب از صفحہ ۱۳

طرف توجہ دلاتی ہے کہ مرنے سے قبل سیدھے راستے کو اختیار کرو تاکہ تم خدا تعالیٰ کی رحمت کے سائبان تلے آ سکو۔ اس طریق پر قرآن کریم درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے اپنے پیغام کو پہنچاتا ہے جو نہ تو گناہوں کے ارتکاب پر جرأت دلاتا ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ قرآنی تعلیم میں بہترین توازن ہے اور یہ اس کے کامل ہونے کا ثبوت ہے۔

اس امر میں کچھ شک نہیں کہ بخشش کا انحصار کلیۃً خدا تعالیٰ کی مرضی پر ہے لیکن خدا تعالیٰ کی مرضی میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ بعض کو بخش دینے اور بعض کو سزا دینے میں جو الٰہی حکمتیں ہیں وہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ نیز استعارات اور تمثیلات کی صورت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی مختلف مواقع پر بیان فرمائی ہیں۔

قرآن کریم ایسے لوگوں کے بارہ میں ذکر فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ سے بخشش کے طلبگار ہوتے ہیں اور قبل اس کے کہ گناہ ان کو اپنی گرفت میں پوری طرح جکڑ لیں وہ اپنے اعمال درست کر لیتے ہیں۔ اس حال میں جب ان کو موت آتی ہے تو بخشش کی امید رکھی جا سکتی ہے اور آنحضرت ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ غرغرے سے پہلے بندہ جب بھی توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ کسی شخص نے بے شک ساری عمر گناہ کئے ہوں لیکن موت کے آنے سے قبل بھی اگر گناہوں سے توبہ کر لی ہو تو خدا تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھی جا سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس حکمت کو ایک اور رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے آپ پر بہت زیادتی کی۔ ساری زندگی بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا رہا اور آخر دم تک خدا سے بخشش کا طلب گار نہ ہوا۔ بظاہر اس کے بخشے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن اس شخص کی موت ایک انوکھے طریق پر تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، پھر میرے جلے ہوئے جسم کو باریک پیس لینا اور میری اس راکھ کو سمندری فضا کی ہواؤں میں اڑا دینا۔ خدا کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اپنے خدا کے ہاتھ آ گیا تو میرے گناہوں کی وجہ سے وہ مجھے ایسی سزا دے گا جس کی مثال نہیں مل سکے گی۔

حضورؐ نے فرمایا چنانچہ اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ لیکن خدا نے زمین کو حکم دیا کہ جہاں جہاں اس شخص کی راکھ کے ذرے گرے ہیں وہ سب اکٹھے کر کے اسے دوبارہ وجود میں ڈھالو۔ چنانچہ وہ شخص پورے جسم کے ساتھ خدا کے حضور لرزاں ترساں آ حاضر ہوا۔ خدا نے اس سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا "اے میرے خدا! تیری خشیت اور تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا"۔ خدا تعالیٰ کو اس کا یہ احساس ندامت اور خوف پسند آیا اور اسے بخش دیا۔

پس بعض اوقات لوگوں کا خوفِ خدا ان کے گناہوں کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ وہ بظاہر شرمندہ نہیں ہوتے دیکھنے والوں کو ان میں توبہ و استغفار کا کوئی نشان نظر نہیں آتا لیکن خدا تعالیٰ جو دلوں کے بھید پر نظر رکھتا ہے وہ ان کے مخفی خوف کو جانتا ہے۔ وہ لوگ گناہوں کے چنگل میں ایسے پھنس چکے ہوتے ہیں کہ ان سے رہائی ناممکن ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کے دلوں میں موجود رہتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرماتا ہے اس کے پیچھے اس کی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں جنہیں صرف وہی جانتا ہے۔ بعض اوقات خدا تعالیٰ کا خوف ہی کسی کی جان بخشی کا سبب بن جاتا ہے لیکن ہم نہیں جانتے۔ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

قرآن کریم ہمیں خدا تعالیٰ کی بخشش اور اس کی رحمت کے اصول کو مدنظر رکھنے کے لئے خبردار کرتا ہے۔ فرماتا ہے:

"وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ"

(البقرہ:۱۳۳)

موت کے آجانے تک بھی تمہارے پاس توبہ و استغفار کا وقت ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھو کہ موت تمہیں مسلمان ہونے کی حالت میں آنی چاہئے تب تم محفوظ رہو گے۔ لیکن اس آیت کی خوبصورتی یہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ موت کس وقت اُس پر آ دھمکے۔ اگر کوئی اس خطرے کو مسلسل اختیار کئے رکھے اور خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتا رہے اس انتظار میں کہ جب موت آئے گی تو توبہ کر لوں گا تو موت کے وقت کا تو کسی کو کچھ علم نہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ تمام باتیں بڑی عمدگی اور وضاحت کے ساتھ قرآن کریم میں بیان کی ہیں اور پھر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ان کی تائید و توثیق اور تشریح فرمائی ہے۔ ☆......☆......☆